AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title

ایمانِ والدین نبی اور ملا علی قاری کا موقف

تین سو سالہ غلط فہمی اور سرقہ بازی کا تنقیدی جائزہ

Author (s): Ijaz Bashir

Received on: 20 September, 2022
Accepted on: 05 November, 2022

Published on: 10 December, 2022
Citation: English Names of Authors, “Emaan e Walidein e Nabi Aur Mulla Ali Qaari ka Muaqqaf”, AL-ILM 6 no 2 (2022):20-42

Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

ایمانِ والدین نبی اور ملا علی قاری کا موقف

تین سو سالہ غلط فہمی اور سرقہ بازی کا تنقیدی جائزہ

اعجاز بشیر*

ABSTRACT

There has been a remarkable issue among the Scholars of Islam about the faith of the Prophet's Parents. Some of them are of the opinion -Sheikh Ali Qari is one of them - that both of them were disbelievers and did not believe in the Holy Prophet (May peace and mercy of Allah be upon him). On the other hand, some scholars say that, they are Muslims for Allah brought them back to life after they had died, and they believed in him etc. Imām Suyutī supported this view strongly and had written many books in this regard.With the passage of time, the strong and clear opinion of Ali Qari was amazingly changed by the scholars, who came after him, and many lame excuses were made and even the original text was forged in this regard. All this is prevailing up to now. Although Sheikh Ali Qari said clearly in his book: I expounded this in a monograph examining this issue in detail, in refutation of the great savant as Suyutī in the three books he composed and I have exposed the weakness of his proofs.When the original sources of Ali Qari –in the form of manuscripts- were critically compared with the published books and examined, it was found that the text was manipulated and changed deliberately. Here the objective is to unveil the three hundred years hidden truth and manipulation of some scholars.

Key words: Suyutī, Ali Qari, Parents of the Prophet Muhammad PBUH.

---

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان

اجمالی تعارف

شیخ علی بن سلطان محمد المعروف ملا علی قاری حنفی کا شمار متاخرین اَحناف کے سرخیل اور کثیر التصانیف اہل علم میں ہوتا ہے ۔آپ کی کنیت "ابوالحسن"اور لقب"نورالدین"ہے۔خُراسان کے علاقے"ہرات"میں پیدا ہوئے۔تاریخ پیدائش کے بارے میں حتمی قول بیان نہیں کیاگیا۔ابتدائی تعلیم آبائی علاقے میں حاصل کی،پھر مکہ مکرمہ جاکر ممتاز شیوخ سے اکتسابِ علم کیا،جن میں شیخ ابوالحسن بکری،متوفی ۹۵۲ھ ، شیخ ابن حجر مکی شافعی، متوفی۹۷۴ھ، شیخ علی متقی،متوفی ۹۷۵ھ، شیخ عبد اللہ سندھی،متوفی ۹۸۴ھ شامل ہیں،جبکہ تلامذہ میں شیخ عبد القادر طبری،متوفی ۱۰۳۳ھ، شیخ عبد الرحمن مرشدی حنفی،متوفی۱۰۳۷ھ اور شیخ ابن فروخ حنفی،متوفی ۱۰۶۱ھ وغیرہ معروف ہیں،آپ کی تالیفات میں"شرح الفقه الأكبر، جمع الوسائل في شرح الشمائل، شرح المسلك المتقسط في المناسك، مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة"وغیرہ قابل ذکر ہیں۔شوال ۱۰۱۴ھ میں وصال ہوا،اور"جنت المعلیٰ"مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے[1]۔

موضوعِ مقالہ کی اہمیت واَہداف

ایمان والدین نبی کے اثبات وعدم اثبات پر صدیوں سے ائمہ نے تفصیلات مرتب کی ہیں،کیونکہ اس بارے میں ذخائر سیرت وحدیث میں ایسی صریح نص موجود نہیں،جس میں علی التعیین اُن کے ایمان پر وضاحت میسر آسکے،اسی لیے علمائے کرام نے دیگر احادیث اور نصوص وشواہد سے تمسک واستدلال کرتے ہوئے نتائج پیش کیے؛جن میں بیشتر نے اثباتِ ایمان،جبکہ بعض نے عدم ایمان کا موقف بیان کیا ہے،لیکن بہر دوصورت یہ معاملہ اجتہادی مسائل سے تعلق رکھتا ہے،چنانچہ اس میں علمی قرائن و دلائل کی روشنی میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے،تاہم اس کا تعلق براہِ راست ذاتِ نبوی سے بھی ہے،اسی لیے اَدب واحتیاط کی بھی اَز حد ضرورت ہے کہ کہیں ایذائے رسول سرزَد نہ ہو۔

عدم ایمان کا موقف اختیار کرنے والی ایسی شخصیات جنھوں نے اسے مستقل تالیفات میں بیان کیا،اُن میں شیخ ملا علی قاری ممتاز ہیں اورانھوں نے اپنی مستقل تالیف کے علاوہ بھی دیگر کتب کے کئی اہم مقامات پر عدم ایمان کا موقف دلائل وتنقیدات کی روشنی میں واشگاف الفاظ وصریح کلمات کی صورت بیان کیاہے اور شاید یہی سبب تھا کہ اِن کے معاصرین ودیگر نے موقف کے انتساب میں تیقن اور شیخ قاری کے رجوع نہ کرنے کی بناپر ان کی علمی تردید میں بھی کوئی کسر اُٹھانہ رکھی۔لیکن بارہویں صدی ہجری کے بعد یکایک یہی قضیہ یوں پیش کیاجانے لگا کہ شیخ قاری نے عدم ایمان والے موقف سے رجوع کرلیا تھا،جس کی وجہ سے اُن کا سابق موقف کالعدم

ہو جاتا ہے، نیز اس پر موصوف کی "شرح الشفاء" کے دو اقتباسات بھی پیش کیے گئے، جس میں جمہور متاخرین کے اثبات ایمان والے موقف کی صحت کو ذکر کیا گیا تھا۔

تاہم جب شیخ قاری کی مجموعی نصوص اور استدلالی شدت کو دیکھا جائے اور دوسری جانب رجوع کیے جانے کی بات پر نظر کی جائے، تو قولِ ثانی میں فقدانِ دلائل و شواہد کے پیشِ نظر معاملہ میں تضاد اور عدم توازن واضح دکھائی دیتا ہے، کیونکہ رجوع کی بابت پیش کیے گئے معدودے دلائل نا صرف علمی و استنادی صلاحیت سے عاری ہیں، بلکہ اُن میں داخلی و خارجی تضادات کے واضح اثرات بھی موجود ہیں، جن کی روشنی میں تمسک کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں رہتا، جبکہ اُن کے عدم ایمان والے موقف کے بارے میں وارد نصوص و شواہد نا صرف مدلل ہیں، بلکہ وہ اثباتِ منطوق میں واضح اور تمسک و تیقن کی بھرپور صلاحیت کے بھی حامل ہیں۔

چنانچہ انہی وجوہات کی بنا پر محقق نے اصل معاملہ تک رسائی کی کوشش کی ہے، تاکہ ایمان والدین پر اُن کے موقف میں سے جو پہلو بہ صحت و دلائل ثابت ہو، اُسے اُجاگر کرے اور اگر اس میں کسی قسم کی سرقہ بازی اور دھوکہ دہی کے عناصر شامل ہو چکے ہوں، تو اُن کی عقدہ کشائی کی جائے، اس کے لیے مصادر اور یقینی قرائن کی روشنی میں معلومات مرتب کرنے کی سعی کی گئی ہے اور ان تمام کا مقصد گزشتہ تین صدیوں سے اہل علم اور عوام الناس کے مابین رائج غیر یقینی معاملے میں تیقن و راہ نمائی فراہم کرنا ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ اس عقدہ کشائی کے سبب بہت سے اکابرین عرب و عجم کی تحقیقات بھی متاثر ہوں، لیکن میدانِ علم میں اسے جذباتیت کے بجائے علمی و تحقیقی نظر سے دیکھنا ہی مفید ہو گا کہ بنی نوعِ انسانیت میں فخر عصمت حضرات انبیاے کرام کو ہی حاصل ہے اور اُصول یہ ہے جیسا کہ امام مالک نے فرمایا: " كلُّ أحد يؤخذ من قوله و يردّ إلا صاحب هذا القبر ﷺ "(2)۔

متاخرین علماے اُمت اور ایمان والدین نبی ﷺ کے مباحث

ایمان والدین نبی کی بحث متاخرین اہل علم کی تحقیقات میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے، چنانچہ اثباتِ ایمان پر دسویں ہجری سے تعلق رکھنے والے شیخ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ نے بکثرت مفصل و متوسط تالیفات پیش کیں؛ جن میں موضوع کے مختلف علمی و اعتراضی پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا، نیز ان کے بعد اس صنف میں طبع آزمائی اور تحریری خدمات پیش کرنے میں بہت سے اہل علم کوشاں ہوئے، جن کی ایک صد سے متجاوز تالیفات اَب تک منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ لیکن اس معاملہ کا دوسرا رُخ بھی قابل غور ہے کہ جس طرح متذکرہ حضرات نے اثباتِ ایمان کی جہات پر علمی و استشہادی دلائل سے تمسک و استناد کیا، اُسی طرح بعض چنیدہ اہل علم

نے اپنے تئیں آشکار ہونے والے دلائل کی صورت میں عدم ایمان کی بابت بھی کلام کیا، جس کا با قاعدہ و مستقل تالیفی آغاز تو شیخ سیوطی کے معاصر شیخ محمد بن عبد الرحمن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ کی تالیف سے ہوتا ہے، جس کے جواب میں شیخ سیوطی نے متعدد رسائل لکھ کر جوابات دیئے، لیکن اس کے اثرات بعد کے علمائے کرام کے یہاں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ پس شیخ سخاوی کے بعد اَحناف کے ممتاز عالم شیخ ملا علی قاری کا نام آتا ہے، انھوں نے اپنی بہت سی کتب میں عدم ایمان کے بارے میں بحث کی، چنانچہ شرح الفقہ الاکبر کی عبارت اس حوالے سے معروف ہے، البتہ ہم اس مقالے میں اُس پر بحث نہیں کریں گے، کیونکہ ہمارا مقصود صرف رجوع والے موقف پر تحقیق کرنا ہے۔ اسی طرح انھوں نے مستقل تالیف "أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم في أبوي الرسول عليه الصلاة والسلام" لکھی، جس میں نفس مسئلہ پر دلائل وشواہد کو یکجا کیا، اور جوں ہی آپ نے اپنے مؤقف کا اظہار کیا، تو دوسرے مؤقف کی حامیین کی جانب سے ردِّ عمل اور تردیدی دلائل وابحاث کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا، جس کے نتیجہ میں مستقل تردیدی کتب اور ضمنی فصول میں کلام سامنے آیا۔ مسئلہ ہذا سے متعلق شیخ قاری کے ردّ میں درج ذیل عربی تالیفات معلوم ہوسکیں:

1۔ رسالة في أبوى النبى، للشيخ عبد القادر الطبري المكي، المتوفى ١٠٣٣ھ

2۔ سَداد الدِّين وسِداد الدَّين للشيخ محمد بن عبد الرسول البَرزَنجي، المتوفى ١١٠٣ھ

3۔ منحة الباري (أو إمداد الباري) في إصلاح زلة القاري
للشيخ حسن بن على العُجَيمي المكي، المتوفى ١١١٣ھ

یعنی شیخ قاری کا مؤقف عدم ایمان کے باب میں اتنا واضح تھا، جس کے انتساب میں شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی، اسی لیے اُن کے معاصرین اور متاخرین نے اس پر بھرپور نقد بھی کی، چنانچہ شیخ قاری کے ہی شاگرد شیخ عبدالقادر طبری نے بھی اپنے اُستاد کی سختی سے مخالفت کرتے ہوئے باقاعدہ کتاب تحریر کی۔ تو ان اُمور سے آشکار ہوتا ہے کہ شیخ قاری کا عدم ایمان والدین والا مؤقف وصال قائم رہا کہ اگر ایسا نہ ہوتا، تو دیگر کے برخلاف کم اَز کم معاصرین اور تلمیذ مذکور تو مخالفت پر کمر بستہ نہ رہتے، فافہم۔

"شرح الشفاء" کی مستدلہ و محرفہ عبارات کا قضیہ

بارہویں صدی کے بعد سے یکایک رجوعِ قاری کی بازگشت سنائی دینے لگی، اور اس پر ترتیبِ دلائل و تقریبِ شواہد کے لیے موصوف کی آخری تالیفات میں سے "شرح الشفاء" کے دو اقتباسات پیش کیے جانے لگے، جن کے پیش کردہ کلمات سے مترشح تھا کہ انھوں نے اپنے سابق موقف سے رجوع کرتے ہوئے متاخرین کے اثباتِ ایمان

والے مؤقف کو "اَصح" کہا اور اس بارے میں متعلقہ کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت بھی پیش کی، چنانچہ "شرح الشفاء" کی دونوں متدل لہ عبارات بعینہ پیش ہیں:

وأبو طالب لم يصح إسلامه، وأما إسلام أبويه ففيه أقوال، والأصح إسلامهما على ما اتفق عليه الأجلة من الأمة كما بيّنه السّيوطي في رسائله الثّلاث المؤلّفة.(3)

ترجمہ: ابو طالب کا اسلام ثابت نہیں، البتہ آپ ﷺ کے والدین کے اسلام لانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جبکہ صحیح قول کے مطابق اُن کا اسلام ثابت ہے۔ اسی پر اُمت کے ممتاز علما کا اتفاق ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں تصریحات ذکر کی ہیں۔

وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصّلاة والسّلام أبويه، فالأصح أنه وقع على ما عليه الجمهور الثّقات، كما قال السّيوطي في رسائله الثّلاث المؤلفات.(4)

ترجمہ: آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے، پس یہی درست ہے کہ جمہور و قابل اعتماد علما کا بھی یہی مؤقف ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں بیان کیا ہے۔

اِن عبارات سے متاخرین علما کے جمع غفیر نے نتیجہ بر آمد کیا کہ شیخ قاری نے آخری تالیفات میں سے اہم کتاب میں اپنے سابق عدم ایمان والے مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔ الغرض نقل دَر نقل گزشتہ تین صدیوں سے یہی مؤقف سنائی دے رہا ہے، لیکن تحقیقی نظر سے جائزہ لیا جائے، تو رجوع کا قضیہ ناصرف من گھڑت معلوم ہوتا ہے، بلکہ اسے نقل کرنے والوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی واضح دلیل ہی موجود نہیں، چنانچہ جب ہم نے اس بابت لکھی جانے والی ممتاز محققین واہل علم کی تالیفات کا جائزہ لیا کہ شاید کسی نے ایسی دلیل بیان کی ہو؛ جس میں خود شیخ قاری نے اپنے عدم ایمان والے موقف سے رجوع کرنا بیان کیا ہو، یا پھر اُن کے کسی تلمیذ یا معتمد عالم نے ہی کوئی صریح نقل پیش کی، جس سے معاملہ واضح ہو جائے، تو تلاش و جستجو کے باوجود ہمیں اس میں ہنوز کامیابی نہیں ہو سکی، البتہ سبھی نے حسن ظن رکھتے ہوئے یوں بیان کیا کہ چونکہ شیخ قاری کی وقیع دینی خدمات ہیں، چنانچہ اُمید ہے کہ اللہ تعالی نے انھیں اس معاملہ میں توبہ ورجوع کی توفیق بخشی ہو گی، مزید بر آں بقیہ اکثر حضرات کے یہاں تو ایسے اقوال پیش کیے گئے، جن کی علمی حیثیت "قِيْلَ" سے زائد نہیں، فتدبر۔

بہر کیف مقالہ نگار جس قدر تحقیق وتتبع بروئے کار لا سکا، اُس سے یہ نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ شیخ قاری کا موقف "عدم ایمانِ والدین نبی" ہی تھا اور انھوں نے معلوم دلائل وشواہد کے پیش نظر کبھی اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا، لہٰذا اس بارے میں بعد کے جن علمانے بھی رجوع کا بیان کیا، اُن سے فقدانِ تحقیق اور نقل دَر نقل کے سبب لغزش واقع ہوئی، اور جہاں تک "شرح الشفاء" کے متذکرہ اقتباسات سے استنباطِ رجوع کا معاملہ ہے، تو اُسے

مقالہ نگار ابھی میزانِ نقد پر پیش کر رہا ہے، جس سے واضح ہو جائے گا کہ اوّلاً تو یہ عبارات ہی جعلی اور خود ساختہ ہیں، چہ جائے کہ اُن سے استدلال کیا جا سکے اور ایک لمحہ کو مان بھی لیا جائے کہ یہ جعلی نہیں، تب بھی شیخ کی یہ آخری تحریر نہیں، جسے آخری گردان کر صدیوں سے رجوع کا نتیجہ نکالا جا رہا ہے، بلکہ انھوں نے ناصرف اسی کتاب میں متذکرہ عبارات کے بعد اپنے عدم ایمان والے موقف کی تصریح ذکر کی، بلکہ بعد کی مزید تالیفات میں بھی عدم ایمان کو ہی بیان کیا ہے، پس بہر صورت قائلینِ رُجوع کو یہ عبارات فائدہ نہیں دیں گی۔

مخطوطہ "شرح الشفاء" بقلم شیخ قاری اور عدم ایمان کی عبارات

گزشتہ تین صدیوں سے "شرح الشفاء" کی جن عبارات کو رجوع پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا رہا، وہ دراصل شیخ کی عبارات ہی نہیں، بلکہ اسے بارہویں صدی ہجری کے بعد کسی زمانے میں شامل کتاب کیا گیا، چنانچہ اس پر مقالہ نگار نے یقینی قرائن مرتب کیے ہیں، جن کی روشنی میں عیاں ہو گا کہ علمی سرقہ بازی اس معاملے میں بھرپور اثر انداز ہوئی ہے۔

ا۔ اس بارے میں ناقابلِ تردید دلیل یہ ہے کہ شیخ قاری کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مخطوط میں اُن عبارات کا سرے سے وجود ہی نہیں، بلکہ وہاں لکھی ہوئی عبارات؛ بعد کی خود ساختہ و مستدلہ عبارات کے برخلاف عدمِ ایمان پر صریح ہیں، چنانچہ "شرح الشفاء" کا متذکرہ مخطوط امریکہ کی University of Michigan (مشی گن یونیورسٹی) میں موجود ہے اور اس کے اختتام پر واضح تحریر ہے:

فرغ مؤلفه رحمه ، (هو و) سلفه أواسط رمضان المبارك ، عام أحد عشر بعد الألف من الهجرة النبوية إلى المدينة السكينة ، وذلك بمكة المكرمة الأمينة، **و أنا الفقير إلى ربّه الباري علي بن سلطان محمد القاري الحنفي**، عاملهما الله بلطفه الخفي وكرمه الوفي.(5)

یہ مخطوط علمی قرائن میں اعلیٰ درجہ کی دلیل اور نفسِ مسئلہ میں قولِ فیصل بننے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، کیونکہ اس میں جو عبارت موجود ہو گی؛ وہ خود شیخ کے قلم سے براہِ راست قرطاس پر ثبت ہوئی، جبکہ دیگر مقامات پر مذکور عبارات محولہ اور بالواسطہ درج ہیں، لہٰذا انتساب واَخذِ نتیجہ میں حجت اصل کو ہی ہو گی، تو آیئے دیکھتے ہیں کہ اثباتِ ایمان والی مستدلہ عبارات کا وجود اصل قلمی نسخہ میں کس طور پر موجود ہے۔

1۔ رجوع کے حامیین کی "شرح الشفاء" والی پہلی محرفہ عبارت مطبوع میں بایں صورت موجود ہے:

وأبو طالب لم يصح إسلامه، وأما إسلام أبويه ففيه أقوال، والأصح إسلامهما على ما اتفق عليه الأجلة من الأمة كما بيّنه السّيوطي في رسائله الثّلاث المؤلّفة.(6)

ترجمہ: ابو طالب کا اسلام ثابت نہیں، البتہ آپ ﷺ کے والدین کے اسلام لانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جبکہ صحیح قول کے مطابق اُن کا اسلام ثابت ہے، اسی پر اُمت کے ممتاز علما کا اتفاق ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں تصریحات ذکر کی ہیں۔

جبکہ اصل مخطوط میں شیخ قاری کے قلم سے اسی مقام پر لکھی جانے والی عبارت یوں ہے:

هذا أبو طالب لم يصح إسلامه، وأما قول التلمساني: وروى إسلام أمه باسناد صحيح، وروى إسلام أبويه. فمردود عليه كما بيّنت هذه المسئلة في رسالة مستقلة رداً على السيوطي في رسائله الثلاث.(7)

ترجمہ: اور ابو طالب کا اسلام صحیح (طور پر ثابت) نہیں، اور رہا تلمسانی کا یہ کہنا: آپ ﷺ کی والدہ کا اسلام لانا صحیح اسناد سے ثابت ہے، نیز یوں ہی والدین نبی کا اسلام لانا بھی مروی ہے۔ تو یہ قول مردود ہے، جیسا کہ میں نے اس مسئلہ کو اپنے مستقل رسالے میں بیان کرتے ہوئے سیوطی کے تین رسائل کا ردّ بھی کیا ہے۔

2۔ اسی طرح قائلینِ رجوع کی دوسری متدلہ و محرفہ عبارت مطبوع میں بایں طور موجود ہے:

وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصّلاة والسّلام أبويه، فالأصح أنه وقع على ما عليه الجمهور الثّقات، كما قال السّيوطي في رسائله الثّلاث المؤلفات.(8)

ترجمہ: آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے۔ پس یہی درست ہے کہ جمہور و قابل اعتماد علما کا بھی یہی مؤقف ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں بیان کیا ہے۔

جبکہ اصل مخطوط میں اس کے برخلاف یہ کلمات مسطور ہیں:

وأما ما ذكروه عنه عليه السّلام من إحياء أبويه وإيمانهما به ، على ما رواه الطبراني وغيره عن عائشة، فاتفق الحفاظ على ضعفه، كما صرّح به السيوطي، وقال ابن دحية: هو موضوع، مخالف للكتاب والسنة. وقد بيّنته في رسالة مستقلة لتحقق هذه المسئلة، رداً على العلامة السيوطي في رسائله الثلاث المؤلفة و بيانا لدلائله المضعفة.(9)

ترجمہ: اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے، جیسا کہ طبرانی اور دیگر نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے تو محدثین اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں، جیسا کہ سیوطی نے بھی اس کی صراحت کی ہے، جبکہ ابن دحیہ نے کہا: یہ روایت موضوع اور کتاب و سنت کے مخالف ہے۔ نیز میں نے مسئلہ ہذا کی تفصیلات کو مستقل تالیف میں بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطی کے تینوں رسائل اور اُن کے ضعیف دلائل کا ردّ بھی بیان کر دیا ہے۔

دیگر مخطوطاتِ شرح الشفاء میں نسخۂ قاری کی موافقت

متذکرہ بالا دونوں عبارات کے اصل مخطوط سے تقابلی جائزہ کے بعد واضح ہے کہ شیخ قاری نے اُن مقامات پر بھی اپنا عدم ایمان والا موقف ہی ذکر کیا تھا، البتہ سرقہ بازوں نے دونوں جگہ عبارات کو اپنے موقف و مرضی کے کلمات سے بدل دیا، جو صریح بددیانتی ہے۔ "شرح الشفاء" کا متذکرہ مخطوط چونکہ شیخ کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے، لہٰذا اس پر کسی دلیل و قرینہ کو فوقیت دینا ممکن نہیں، کہ "أهل البيت أدرى بما فيه"۔ البتہ ہم مبحث میں پختگی واستشہاد کو تقویت دینے کے لیے دامنِ تحقیق کشادہ کررہے ہیں، تاکہ ممکنہ اعتراضات کا سدّباب ہوسکے، چنانچہ شیخ کے اصل مخطوط کے موافق عبارات دیگر قلمی نسخوں میں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً:۔

(الف) "شیخ الاسلام ولی الدین آفندی بن مرحوم الحاج مصطفیٰ آغا بن مرحوم الحاج حسین آغا" کا ۱۱۷۵ھ میں وقف کردہ نسخہ، جسے کاتب شیخ مصطفیٰ بن محمد نے 1158ھ میں مکمل کیا، اس میں بھی بعینہ مخطوطۂ قاری کے موافق عبارات درج ہیں[10]۔

(ب) "دارالکتب القطریہ، دولۃ قطر" کا مخطوط جسے "شیخ محمد شعبان زادہ" نے وقف کیا۔ اس میں بھی اصل کے موافق عبارات موجود ہیں[11]۔

(ج) ایک نفیس قلمی نسخہ "کتب خانہ غازی خسرو بک، سرای بوسنہ، ترکی" میں موجود ہے، جسے شیخ عبد الباقی آفندی نے وقف کیا، اس کے اطراف پر بکثرت حواشی وتعلیقات بھی ثبت ہیں، نیز اس کا رسم الخط شیخ قاری کے اندازِ تحریر سے بہت حد تک مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ "رفع الخفاء عن ذات الشفاء" کے نام سے عکس انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، اس میں بھی دونوں عبارات اصل کے موافق ہی مسطور ہیں[12]۔

"شرح الشفاء" کے قدیم مطبوعہ نسخوں میں قلمی نسخۂ قاری کے موافق عبارات کا وجود

(الف) "المطبعۃ العامرۃ، استانبول" کی طبع قدیم، سن ۱۸۹۲ء/۱۳۰۹ھ میں بھی غیر محرفہ عبارات واضح طور پر موجود ہیں[13]۔

(ب) اسی طرح کتاب ہذا کی طبع قدیم؛ جسے "بوسنوی الحاج محرم آفندی" نے ۵ ذی الحجہ، ۱۳۰۹ھ میں "مطبعہ سندہ، طبع اولمنشدر" سے شائع کیا، اس میں بھی مخطوطات کے موافق ہی عدم ایمان والی عبارات تحریر ہیں[14]۔

(ج) "المطبعۃ الازہریۃ المصریہ" قاہرہ کی طبع ۱۳۲۷ھ میں بھی حسب بالا عبارت درج ہیں[15]۔

(د) کتاب ہذا کا نفیس ایڈیشن؛ جسے "دار التفسیر، جدہ، سعودی عرب" نے ۲۰۱۴ء/۱۴۳۵ھ میں شیخ حسنین محمد مخلوف کی تحقیق کے ساتھ پانچ مجلدات میں شائع کیا، جو دراصل قاہرہ کی طبع قدیم کا جدید عکسی ایڈیشن ہے، اس میں بھی دونوں عبارات اصل کے مطابق ہی مسطور ہیں[16]۔

چنانچہ مخطوطات کے تقابل اور قدیم وجدید مطبوعہ نسخ میں بعینہ اِن عبارات کا پایا جانا، اس بات پر محکم دلالت کرتا ہے کہ شیخ قاری نے "شرح الشفاء" میں کبھی رجوع کا شائبہ پیش کرنے والی عبارات لکھی ہی نہیں، بلکہ انھیں بعد کی صدیوں میں عیاری کے ساتھ متعلقہ مقام پر جڑ دیا گیا۔ الغرض یہاں تک تو اصل اور غیر محرفہ عبارات کا تعین وایضاح مقصود تھا، جو بحمد اللہ اُجاگر ہو چکا۔ اب ہم اس بات پر بھی شواہد پیش کر رہے ہیں کہ تحریفی منابع ومصادر کون کون سے ہیں؟ اس کے لیے ہمیں وسیع تر تلاش کے باوجود ہنوز کوئی مخطوط تو میسر نہیں آسکا، جس میں محرفہ عبارات موجود ہوں، البتہ بعض مطبوعہ نسخ میں اس کے نظائر دیکھنے کو ملے، جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

"شرح الشفاء" کے بعض مطبوعہ نسخوں میں تحریف شدہ عبارات کی نشاندہی

(الف) "المطبعۃ العثمانیہ، استانبول، ترکی" کی دو قدیم طبعات میں محرفہ عبارات بعینہ موجود ہیں، چنانچہ اس کی پہلی طبع ۱۳۱۶ھ میں[17]، اور پھر دوسری طبع ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۱۹ھ میں ایمانِ والدین پر مشیر عبارات درج ہیں۔ مؤخر الذکر کا عکسی ایڈیشن "دار الکتب العلمیہ" اور "دار الباز، مکہ مکرمہ" نے مشترکہ طور پر دو جلدوں میں شائع کیا، جس پر سنِ طبع مذکور نہیں، البتہ اختتام کتاب پر "مطبعہ عثمانیہ" کے مصحح شیخ احمد طاہر قنوی نے اصل ایڈیشن کا متذکرہ بالا طباعتی سن تحریر کیا ہے[18]۔

(ب) "دار السعادۃ، استانبول" ترکی، طبع قدیم، سن ۱۳۱۶ھ میں بھی حسب بالا عبارات موجود ہیں[19]۔

(ج) "دار الکتب العلمیہ" بیروت کی طبع جدید میں بھی محرفہ عبارات برقرار ہیں[20]۔

قائلینِ رجوع کے استدلالی پہلوؤں کا تجزیہ

یہاں تک تو اس صورت حال کو واضح کرنے کے لیے دلائل وشواہد پیش کیے گئے کہ متدلہ عبارات شیخ قاری کی بیان کردہ نہیں، بلکہ انھیں سرقہ بازوں نے بعد میں شامل کیا، لیکن قطع نظر اس بحث سے اگر لمحہ بھر کو فرض بھی کرلیں، کہ یہ عبارات انہی کی ہیں، تب بھی اثباتِ رجوع پر مُصر رہنے والوں کو مفید نہیں، چنانچہ جس اُصول کے تحت متدلین نے اثباتِ رجوع کی بنیاد رکھی، مقالہ نگار کے نزدیک وہی اُصول اُن کے خلاف پر بھی برہان ہے۔

چنانچہ مستدلین کی تحریرات کا ماحصل یہ ہے کہ شیخ قاری نے اپنی آخری تالیفات میں سے "شرح الشفاء" کے دو مقامات پر جمہور کے موقف کو صحیح گردانتے ہوئے کتب سیوطی کی جانب مراجعت کا ذکر کیا ہے، لہٰذا یہی موصوف کا رجوع کرنا ہے، لیکن تحقیقی نظر سے معاملہ پرکھا جائے، تو یہ تارِ عنکبوت محسوس ہوتا ہے، پس اس دعوی کا مدار تین اہم مقدمات پر منحصر ہے:

(۱) شرح الشفاء کا آخری تالیفات میں سے ہونے کے سبب ماقبل تحریر کے لیے ناسخ ہونا۔

(۲) شیخ سیوطی کی متعلقہ کتب کی جانب مراجعت کی ترغیب۔

(۳) جمہور متاخرین کے اثباتِ ایمان والے موقف کی تصحیح۔

تو آیئے ہم یہاں انہی بنیادی مقدمات کا تجزیہ پیش کرتے ہیں، جس سے نفس مسئلہ پر قائم مزید اشکالات کا حل واضح ہوگا۔

(۱) "شرح الشفاء" کا آخری تالیفات میں سے ہونے کے سبب ماقبل تحریر کے لیے ناسخ ہونا

یہ مقدمہ نا صرف کمزور، بلکہ بعد تحقیقات باطل ٹھہرتا ہے، کیونکہ شیخ قاری کا وصال صحیح قول کے مطابق ۱۰۱۴ھ میں ہوا، جبکہ موصوف "شرح الشفاء" کی تالیف سے رمضان ۱۰۱۱ھ میں فارغ ہوئے، جیسا کہ کتاب ہذا کے اختتام پر واضح تحریر ہے اور ماقبل اس بابت اصل مخطوط کی عبارت بھی گزر چکی، تو ۱۰۱۱ھ کے بعد بھی آپ تین سال تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں متعدد علمی کتب بھی معرض وجود میں آئیں، جن میں بالخصوص "شرح مسند ابی حنیفہ"، "الاسرار المرفوعہ" اور "شرح عین العلم وزین الحلم" جیسی ضخیم کتب قابل ذکر ہیں، تو اولاً اِن وقیع تالیفات کو نظر انداز کرتے ہوئے تین سال قبل لکھی جانے والی کتاب کو آخری تالیف شمار کرنا ہی قابل غور ہے، نیز یہی وہ کلیدی نکتہ ہے؛ جسے تین صدیوں سے اثباتِ رجوع کے حامی کثیر واَجلہ اہل علم نے نظر انداز کیے رکھا، اور اُن کا زور اس بات پر رہا کہ "شرح الشفاء" ہی آخری تالیف ہے، اے کاش اُن میں سے کوئی فرد اس کے بعد شیخ کی زندگی کے تین سالوں پر ہی توجہ کر لیتا، تو اُسے ضرور بقیہ کتب کی تصریحات بھی میسر آجاتی، کہ شیخ قاری جیسے سریع القلم سے یہ کب ممکن تھا کہ وہ ۱۰۱۱ھ میں "شرح الشفاء" لکھنے کے بعد وصال تک کے بقیہ تین سال کچھ تحریر ہی نہ کرے؟

بہر حال فریق ہذا کا مقدمہ اس دعوی پر قائم ہے: "شرح الشفاء کی دو عبارات میں شیخ نے رجوع کی تصریح کر دی ہے اور ان حضرات کے نزدیک اس مقام کے بعد کوئی ناسخ عبارت کہیں میسر نہیں آتی"۔

لہٰذا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شیخ نے اُن دونوں مقامات کے بعد بھی عدم ایمان سے متعلق گفتگو ذکر کی ہے، تو اثباتِ رجوع کے مستدلین کا پہلا اور مضبوط مقدمہ خود ہی زمین بوس ہو جائے گا، چنانچہ مقالہ نگار چند صریح

حقائق ونصوص پیش کر رہا ہے، جن کے مطالعہ سے عیاں ہو گا کہ شیخ نے متذکرہ مقامات کے بعد بھی عدم ایمان کی بابت ہی کلام بر قرار رکھا تھا۔ اس پر ہم چند نکات کی صورت کلام پیش کر رہے ہیں:

(الف) مطبوعہ "شرح الشفاء" میں متدلین کی خودساختہ عبارات (ج۱، ص۶۰۵) اور (ج۱، ص۶۵۱) پر موجود ہیں، یعنی متدلین کے مطابق جلد اوّل کا صفحہ ۶۵۱ وہ آخری مقام ہے، جہاں شیخ کا قلم رجوع کی جانب گامزن ہوا۔ لیکن اگر ہم اسی کتاب کے اختتام کی جانب بڑھیں، تو دوسری جلد میں یہ عبارت بھی مسطور ہے، جو سرقہ بازوں کے اثرات سے محفوظ رہی:

وهذا يوافق ما قال إمامنا في الفقه الأكبر: أن والدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ماتا على الكفر. وقد كتبتُ في هذه المسألة رسالة مستقلة، ودفعتُ فيها ما ذكره السيوطي من الأدلة على خلاف ذلك في رسائله الثّلاث.[21]

ترجمہ: اور یہ کلام اس بات کے موافق ہے؛ جسے ہمارے امام نے "فقہ اکبر" میں یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے والدین کا انتقال کفر پر ہوا۔ اور میں نے اس مسئلے کے بارے میں مستقل رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں سیوطی کے تینوں رسائل میں بیان کردہ دلائل کا ردّ بھی کیا ہے۔

چشم انصاف سے ملاحظہ کریں، تو واضح ہے کہ شیخ قاری متدلین کے جلد اوّل میں بیان کردہ آخری مقام کے بعد اسی کتاب کی جلد ثانی میں عدم ایمان کا موقف کس زور و حجت سے پیش کر رہے ہیں، نیز یہاں شیخ سیوطی کی متعلقہ تالیفات کے جواب دیئے جانے کو بھی واشگاف الفاظ میں اُجاگر کر رہے ہیں، جس سے بغیر کسی تردّد کے حسب تصریحات بالا پہلا مقدمہ کالعدم ہو جاتا ہے۔

(ب) نیز صرف یہی کتاب نہیں، بلکہ اس کے بعد لکھی جانے والی "شرح مسند ابی حنیفہ" کا اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

وهذا دليل صريح في أن أمه ماتت كافرة أنها في النار داخلة مخلدة، وهو الذي اعتقده أبو حنيفة، وذكره في فقهه الأكبر من: أن والدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ماتا على الكفر. وعارضه السيوطي في رسائلٍ؛ وأتى ببعض الدلائل مما ليس تحتها شيء من الطائل، وقد جعلتُ رسالة مستقلة في تحقيق هذه المسألة، وتدقيق ما يتعلق بها من الأدلة.[22]

ترجمہ: اور یہ واضح دلیل ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی والدہ کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا، اور وہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہیں۔ نیز یہی وہ عقیدہ ہے؛ جسے ابو حنیفہ نے اپنی "فقہ اکبر" میں یوں ذکر کیا: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے والدین کا انتقال کفر پر ہوا۔ لیکن سیوطی نے اپنے رسائل میں اس کی مخالفت کی، اور وہ ایسے دلائل لائے، جس کا کوئی فائدہ ہی

نہیں، جبکہ میں نے اس مسئلے کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ تالیف کیا، اوراس میں متعلقہ دلائل کا باریک بینی سے جائزہ پیش کیا ہے۔

"شرح مسند ابی حنیفہ" کی تالیف "شرح الشفاء" سے مؤخر ہے، اس پر کئی داخلی وخارجی شواہد موجود ہیں، ہم اُن میں سے چند ذکر کرتے ہیں:

[۱] "شرح مسند ابی حنیفہ" کی ابتداء میں (ص۲۹) پر حدیث "إن النبیﷺ صلی الظهر خمسا" کا ذکر کرتے ہوئے شیخ قاری نے کہا: "اس حدیث کی وضاحت ہم نے "شرح الشفاء" میں کر دی ہے"۔ چنانچہ "شرح الشفاء" میں یہ بحث (ج۲، ص۲۷۲) پر موجود ہے، جس سے واضح کہ "شرح مسند ابی حنیفہ" بعد میں لکھی گئی، اسی لیے ماقبل تحریر ہوچکی ابحاث کی جانب اشارہ کیا گیا۔ نیز "شرح مسند ابی حنیفہ" کا ابتدائی محولہ بالا مقام "شرح الشفاء" کی جلد اوّل کی متدلہ دونوں عبارات کے بھی بعد ہے، لہٰذا اس مقام پر "شرح الشفاء" کو تقدم، جبکہ "شرح مسند ابی حنیفہ" کا ہمارا ذکر کردہ مقام مؤخر ہے، تو یوں بھی متدلین کا پہلا مقدمہ کالعدم ہو جاتا ہے، کیونکہ یہاں "شرح الشفاء" کے متعلقہ مقام کے بعد بھی عدم ایمان والا موقف پایا جارہا ہے، فافہم۔

[۲] اس کتاب کے مؤخر ہونے کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ "شرح الشفاء" کو حسبِ تصریح مصنف شیخ قاری نے رمضان ۱۰۱۱ھ میں مکمل کرلیا گیا تھا، جبکہ "شرح مسند ابی حنیفہ" ۱۰۱۲ھ تک لکھی جاتی رہی۔ چنانچہ اسی کتاب میں دنیا کی عمر کی بحث میں اپنے تحریری زمانہ کا یوں ذکر کیا: "فإنا نحن الآن في سنة اثني عشر بعد الألف۔۔الخ(23)۔ الغرض شیخ قاری کے تحریر کردہ سن کے مطابق "شرح الشفاء" ۱۰۱۱ھ میں مکمل ہوچکی تھی، جبکہ "شرح مسند ابی حنیفہ" ۱۰۱۲ھ تک لکھی جاتی رہی۔ تو دوسری تالیف میں عدم ایمان کی بابت متذکرہ بالا عبارت کا وجود "شرح الشفاء" کی خود ساختہ عبارات کے لیے صریح ناسخ ہے، جس سے فرض کردہ عبارات کالعدم ہو جاتی ہیں۔

(ج) "الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ" بھی تالیف کے لحاظ سے "شرح الشفاء" سے مؤخر ہے، چنانچہ اس میں ہے:

حَدِيْثُ إِحْيَاء أَبَوَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ؛ مَوْضُوعٌ، كَمَا قَالَ ابْنُ دَحْيَةَ. وَقَدْ وَضَعْتُ فِي هَذِهِ المَسْأَلَةِ رِسَالَةً مُسْتَقِلَّةً.(24)

ترجمہ: اور "والدین نبی ﷺ کے زندہ کیے جانے والی حدیث" موضوع ہے، جیسا کہ ابن دحیہ نے بیان کیا ہے۔ اور میں نے بھی اس مسئلہ کی وضاحت ایک مستقل رسالہ میں پیش کی ہے۔

اس اقتباس میں واضح طور پر شیخ قاری اپنی عدم ایمان والی تالیف کی تصریح اور شیخ ابن دحیہ کے موقف سے استشہاد کرتے ہوئے اثباتِ ایمان کی تردید کر رہے ہیں۔ پس اگر بالفرض انھوں نے "شرح الشفاء" میں رجوع کر ہی لیا تھا، تو پھر "شرح مسند ابی حنیفہ" اور "الاسرار المرفوعہ" میں بار بار کیوں اپنی عدم ایمان پر لکھی گئی تالیف کا شدومد سے ذکر کر رہے ہیں؟

نیز کتاب ہذا "شرح الشفاء" کے بعد ہی تحریر ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ "الاسرارالمرفوعہ" میں حضرت علی مرتضیٰ کے لیے "ردِّ شمس" والی حدیث بیان کی، اور تفصیل کے لیے "شرح الشفاء" کی جانب مراجعت کا ذکر کیا، پس "شرح الشفاء" میں یہ بحث (ج۱، ص ۵۹۴) پر موجود ہے۔ اسی طرح "الاسرارالمرفوعہ" میں دو مقامات (صفحہ ۲۸۹ اور ۴۴۱) پر "شرح عین العلم وزین الحلم" کی ابحاث کا بھی ذکر کیا گیا اور یہ کتاب بالاتفاق شیخ قاری کی آخری تالیف ہے، جسے رجب ۱۰۱۴ھ میں مکمل کیا گیا۔ توان اُمور سے واضح ہوتا ہے کہ "الاسرارالمرفوعہ" کا زمانہ یقینی طور پر ۱۰۱۱ھ میں لکھی جانے والی "شرح الشفاء" کے بعد کا ہے۔

(۲) شیخ سیوطی کی متعلقہ کتب کی جانب مراجعت کی ترغیب

قائلینِ رجوع اس اَمر سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ شیخ نے ناصرف "شرح الشفاء" کے دونوں مقامات پر جمہور کا موقف ذکر کیا، بلکہ اس پر شیخ سیوطی کی تین تالیفات کے مطالعہ کی دعوت بھی دی، اس سے عیاں ہوتا ہے کہ شیخ قاری نے واقعی رجوع کر لیا تھا، لیکن فریق ہذا کا یہ استشہادی مقدمہ بھی پہلے کی مثل ناصرف کمزور ہے، بلکہ یہاں بھی قائلین قلتِ مطالعہ یا پھر جوشِ اثبات میں مبتلا ہوئے، جس کی وجہ سے حقائق اُجاگر نہ ہو سکے۔ لہٰذا اگر ایمانِ والدین پر کتبِ سیوطی کے مطالعہ کرنے کی ترغیب کو ہی دلیل رجوع فرض کر لیا جائے، تو پھر مقالہ نگار یہ کہنے پر مجبور ہے کہ فریق ثانی کی مثال "حاطبِ لیل" سی ہے۔ چنانچہ آیئے "شرح الشفاء" سے بہت پہلے لکھی جانے والی مشہور کتاب "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح" کا یہ تفصیلی اقتباس ملاحظہ کر لیں:

ثُمَّ الْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ وَالِدَيْهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَاتَا كَافِرَيْنِ، وَهَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي حَقِّهِمَا، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: وَحَدِيثُ إِحْيَائِهِمَا حَتَّى آمَنَا بِهِ ثُمَّ تُوُفِّيَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَمِمَّنْ صَحَّحَهُ الْإِمَامُ الْقُرْطُبِيُّ، وَالْحَافِظُ ابْنُ نَاصِرِ الدِّينِ، فَعَلَى تَقْدِيرِ صِحَّتِهِ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُونَ مُعَارِضًا لِحَدِيثِ مُسْلِمٍ مَعَ أَنَّ الْحُفَّاظَ طَعَنُوا فِيهِ، وَمَنَعُوا جَوَازَهُ أَيْضًا بِأَنَّ إِيمَانَ الْيَأْسِ غَيْرُ مَقْبُولٍ إِجْمَاعًا كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ، وَبِأَنَّ الْإِيمَانَ المطلُوبَ مِنَ المكَلَّفِ إِنَّمَا هُوَ الْإِيمَانُ الْغَيْبِيُّ، وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: {وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ} [الأنعام: 28]، وَهَذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ صَرِيحٌ أَيْضًا فِي رَدِّ مَا تَشَبَّثَ بِهِ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُمَا كَانَا مِنْ أَهْلِ الْفَتْرَةِ، وَلَا عَذَابَ عَلَيْهِمَا مَعَ اخْتِلَافِ

فِي الْمَسْأَلَةِ ، وَقَدْ صَنَّفَ السُّيُوطِيُّ رَسَائِلَ ثَلَاثَةً فِي نَجَاةِ وَالِدَيْهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَذَكَرَ الْأَدِلَّةَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ، فَعَلَيْكَ بِهَا إِنْ أَرَدْتَ بَسْطَهَا.(25)

ترجمہ: پھر جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ والدین نبی ﷺ کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔ اور یہ حدیث ان دونوں حضرات کے حق میں وادر ہونے والی احادیث میں زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ابن حجر کا قول: ان دونوں کے زندہ ہو کر ایمان لانے والی حدیث "صحیح" ہے۔ اور اسے صحیح کہنے والوں میں امام قرطبی، حافظ ابن ناصر الدین شامل ہیں۔ لیکن بر تقدیر صحت بھی یہ حدیث "صحیح مسلم" کی حدیث کے مقابل نہیں ہو سکتی، حالانکہ اس (احیاء والی حدیث) کی صحت کے بارے میں تو محدثین نے کلام بھی کیا ہے، نیز انھوں نے تو اس کا جائز ہونا ہی ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ نااُمیدی کے وقت ایمان لانا تو اجماعی طور پر نامقبول ہے، جیسا کہ کتاب و سنت کی نصوص بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، جبکہ مکلّف سے جو ایمان مطلوب ہے، وہ ایمان بالغیب ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "اگر انھیں دوبارہ لوٹا دیا جائے، تو بھی یہ وہی کریں گے، جس سے منع کیے گئے تھے"۔ نیز یہ صحیح حدیث ایسے بعض حضرات کے ردّ میں بھی صریح ہے جو اس موقف سے چمٹے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین اہل فترت میں سے تھے، اسی لیے اُن پر عذاب بھی نہیں ہو گا، اگرچہ اس مسئلہ میں بھی اختلاف موجود ہے اور سیوطی نے والدین نبی ﷺ کی نجات پر تین رسائل تحریر کیے اور اس میں جانبین کے دلائل کو ذکر کیا ہے، پس اگر تفصیلات کے خواہاں ہو، تو اُن کی جانب مراجعت کرو۔

اس میں خط کشیدہ عبارت بغور مطالعہ فرمائیں، جس میں واضح طور پر شیخ سیوطی کے اثباتِ ایمان پر لکھے گئے تین رسائل کے مطالعہ کی ترغیب موجود ہے، نیز ساتھ ہی عدم ایمان کے حوالے سے آپ کے ذاتی دلائل کی تصریحات بھی۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ "مرقاۃ المفاتیح" یقینی طور پر دس ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوئی، جیسا کہ اختتام کتاب پر صراحت موجود ہے، جبکہ "شرح الشفاء" ۱۰۱۱ھ کی تالیف ہے۔ اَب مستدلین کے موقف کے مطابق شیخ قاری نے پہلی وآخری مرتبہ صرف اور صرف "شرح الشفاء" میں ہی متعلقہ مقامات پر رجوع تحریر کیا تھا، لیکن مقدمہ بالا کے موافق کتبِ سیوطی کی ترغیب تو وہ ۱۰۰۸ھ سے قبل لکھی گئی تالیف میں بھی بصراحت دے رہے ہیں؟ لہٰذا اس سے عیاں ہے کہ شیخ قاری کا کتبِ سیوطی کی ترغیب سے مطلوب پڑھنے والوں کو وسعت معلومات اور اَخذ نتائج کے لیے طرفین کے دلائل و مراجع کی تفصیلات مہیا کرنا تھا، یہاں وہ رجوع کا قصّہ وقضیہ مراد نہیں، جسے مستدل حضرات بلا دلیل گمان کیے بیٹھے ہیں، فتدبر۔

معاصر عرب محقق کی خطا

متذکرہ دقیق معاملہ کے فہم میں شیخ قاری کی عدم ایمان پر لکھی گئی کتاب کے محقق شیخ مشہور بن حسن بن سلمان تلمیذ شیخ ناصر الدین البانی سے بھی خطا ہوئی، چنانچہ انھوں نے مقدمہ کتاب میں بیان کیا ہے:

"شیخ ملا علی قاری نے ابتدائی طور پر شیخ سیوطی کے متعلقہ رسائل پر تحقیقی و تدقیقی نگاہ نہیں کی تھی، اسی لیے مطالعہ کا مشورہ دیا، لیکن بعد ازاں جب علمی بالیدگی حاصل ہوئی، تو دلائلِ سیوطی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کتاب ہذا تالیف کی"(26)۔

لیکن ہمارے نزدیک محقق کا بیان حقائق علمیہ سے ناواقفیت کا غماز ہے، کیونکہ شیخ قاری نے اوّلاً دعوتِ مطالعہ تقابلی جائزہ کے لیے دی، جیسا کہ ابھی ہم نے تصریح کی، اور دوسری بات یہ ہے کہ کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت اور متعلقہ تالیف از شیخ قاری کی تحریر دو الگ اَمر ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق شیخ قاری نے پہلے عدم ایمان پر اپنی کتاب تحریر کی، اور پھر کتب سیوطی کے مطالعہ کی دعوت دی، جبکہ محقق کے نزدیک پہلے دعوت دی، اور پھر علمی اِرتقاء کے سبب تالیف پیش کی۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت "شرح الشفاء" کے دونوں جعلی مقامات کے بجائے اس سے بہت سال قبل "مرقاۃ المفاتیح" کی چوتھی جلد میں دی گئی، جس کا اقتباس بعینہ گزرا، جبکہ اپنی تالیف کیے جانے کا ذکر دیگر سے قطع نظر اسی کتاب کی جلد اوّل میں ہی بہ صراحت مذکور ہے:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ : وَالْحَقُّ أَيْضًا فِيمَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْفَتْرَةِ أَنَّهُمْ لَيْسُوا فِي النَّارِ لِتِلْكَ الْآيَةِ. وَأَمَّا الْأَخْبَارُ الدَّالَّةُ عَلَى خِلَافِ ذَلِكَ كَخَبَرِ مُسْلِمٍ: «أَبِي وَأَبُوكَ فِي النَّارِ» مُؤَوَّلَةٌ، وَعَنْ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ: أَنَّهُمْ فِي النَّارِ . وَقَدْ أَفْرَدْتُ فِي هَذِهِ المَسْأَلَةِ رِسَالَةً مُسْتَقِلَّةً.(27)

ترجمہ: ابن حجر نے کہا: حق بات یہی ہے کہ اہل فترت دوزخ میں نہیں جائیں گے، جیسا کہ یہ آیت بیان کر رہی ہے اور رہی وہ احادیث جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً حدیثِ مسلم "میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے" تو ایسی احادیث کی تاویل کی گئی ہے۔ اور اکثر علما کے نزدیک وہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور میں نے اس مسئلہ کی وضاحت میں ایک مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ "مرقاۃ المفاتیح" کی چوتھی جلد میں کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت سے کم از کم کئی مہینوں قبل ہی شیخ قاری نے عدمِ ایمان پر اپنی کتاب تحریر کر لی تھی، لہٰذا یہاں نفس مسئلہ کے فہم میں محقق سے خطا ہوئی۔

(۳) جمہور متاخرین کے اثباتِ ایمان والے موقف کی تصحیح

استشہادی مبحث کا تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ شیخ قاری نے "شرح الشفاء" میں جمہور کا موقف "اصح" قرار دیا، اسی لیے یہ بھی اُن کا رجوع کرنا ہے۔ پس اس اَمر کا آسان جواب تو یہ ہے کہ شیخ قاری نے ایسا کہیں ذکر ہی نہیں کیا اور جہاں تک دونوں عبارات کا تعلق ہے، تو وہ شیخ کی نہیں، بلکہ بعد والوں نے شامل کی ہیں۔ تاہم اگر فرض کر لیں کہ یہ آپ ہی کی عبارات ہیں، تو بھی قائلین رجوع کو مفید نہیں، کیونکہ ان دونوں محرفہ عبارات کو بغور ملاحظہ کریں، تو ان میں کہیں بھی ایسا لفظ موجود نہیں، جس سے واضح ہو کہ انھوں نے اپنے ذاتی موقف کی تردید ذکر کی ہے۔ نیز ہمارے نزدیک اگر یہ عبارات ثابت بھی ہوتیں، تو اس کی توجیہ خود شیخ قاری کے دوسرے اقتباس سے ہو جاتی ہے، جس میں مسئلہ ہذا کی بابت خوف وفساد کا اندیشہ تھا، چنانچہ لکھتے ہیں:

وقد التمس مني بعض الخلان من أعيان الأخوان أن أكتب رسالةً موضحة لِمَسئلةٍ ذكرها الإمام الأعظم المعتبر(كذا) في آخر كتابه الفقه الأكبر الذي مدار الإعتقاد للأكثر وخالف فيها العلامة جلال الدين السيوطي و جمع من أتباع الإمام الشافعي وقلّده بعض العلماء والفضلاء من أصحاب الإمامة الحنفي ، فصرت متردداً بين القبول والنكول ، فأقدم رجلًا و اؤخر أُخرى، خوفاً من قيام فتنة أُخرى و حصول بلية كبرى ، لكني توكلت على ربي، فشرعت فيه قائلًا: هو نعم الوكيل وحسبي. فصنّفتُ معتمدًا على ربّ العباد بالإعتماد للإعتقاد في أبويه صلى الله عليه وسلم والأجداد.(28)

ترجمہ: اور مجھ سے بعض قریبی دوستوں نے التماس کی ہے کہ میں اس مسئلہ کے بارے میں وضاحتی رسالہ لکھوں، جسے امام اعظم نے اپنی معتبر کتاب "فقہ اکبر" میں بیان کیا ہے کہ اس کتاب میں اکثر اعتقادیات کے مبادی مذکور ہیں۔ اس مسئلے میں علامہ جلال الدین سیوطی، شوافع کی ایک جماعت اور اَحناف کے بعض علما وصاحبانِ علم نے مخالفت کر رکھی ہے۔ پس میں اس تحریر کے لکھنے نہ لکھنے کے بارے میں متردّد رہا، کبھی ایک قدم اُٹھاتا اور کبھی ایک قدم ہٹاتا، کیونکہ مجھے اس بارے میں نئے فتنے کا خوف اور مصائب عظیم کا اندیشہ تھا، لیکن پھر اپنے ربّ پر توکل کرتے اور یہ کہتے ہوئے کام شروع کیا: "وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے اور مجھے وہی کافی ہے"۔ پس میں نے بندوں کے ربّ پر اعتماد کرتے ہوئے والدین نبی ﷺ اور دیگر اَجداد کے بارے میں عقیدہ کی وضاحت میں کتاب تالیف کی۔

خواب سے تمسک میں خطاے فاحش اور دُرست شخصیت کی تعیین

شیخ قاری کے رجوع کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی معتبر کتب میں ایک خواب بھی ذکر کیا گیا، چنانچہ نفس مسئلہ کی عقدہ کشائی اور احقاقِ حق کے لیے ہم اس کے علمی واضطرابی معاملہ کو بھی واضح کر رہے ہیں۔ شیخ عبد العزیز پرہاروی قرشی، متوفی 1240ھ "نبراس شرح شرحِ عقائد اَز تفتازانی" میں رقم طراز ہیں:

عارضه علي (بن) سلطان القاري برسالة في إثبات كفرهما، فرأى أستاذه ابن حجر المكي في منامه؛ أن القاري سقط من سقف فانكسرت رجله، فقيل: هذا جزاء إهانة والدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فوقع كما رأى.(29)

ترجمہ: علی بن سلطان قاری نے اس موقف کی مخالفت کرتے ہوئے اثباتِ کفر پر رسالہ تالیف کیا۔ پس ان کے استاد ابن حجر مکی نے خواب دیکھا کہ قاری چھت سے گرے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی، تو ان سے کہا گیا: یہ والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے کی سزا ہے۔ چنانچہ بعد اَزاں اسی طرح واقع بھی ہو گیا۔

یہ خواب بارہویں صدی ہجری کے بعد سے پھیلایا گیا، پس اس زمانے کی بعد کی اکثر متعلقہ کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ خواب ویسے بھی کوئی حجت و دلیل نہیں، لیکن قطع نظر اس اَمر شرعی کے اگر نفس عبارت کو ہی بغور دیکھیں، تو تضاد عیاں ہے، کیونکہ مندرجہ خواب کے مطابق "شیخ قاری کے استاد یعنی: شیخ ابن حجر مکی نے خواب دیکھا"۔ یہاں دو اُمور محتاج دلیل ہیں: ایک شیخ ابن حجر مکی کا یہ خواب دیکھنا۔ دوسرا شیخ قاری کا اپنے استاد کی حیات میں ہی عدم ایمان کی تالیف لکھنا۔ چنانچہ جب ان اُمور کا تحقیقی جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حقائق کے صریح خلاف ہیں، چہ جائے کہ اس سے کوئی نتیجہ اَخذ کیا جائے، کیونکہ شیخ ابن حجر مکی، صاحبِ فتاوی حدیثیہ کا بالاتفاق 974ھ میں وصال ہوا، جبکہ شیخ قاری ہنوز تعلیمی مراحل سے گزر رہے تھے اور انھوں نے معلومہ شواہد کے مطابق تالیفی میدان میں قدم ہی نہیں رکھا تھا۔ تو پھر تالیف کے نتیجے میں خواب کا دیکھا جانا، بھلا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟ نیز شیخ قاری کا تالیفی زمانہ ۹۹۰ھ کے بعد سے شروع ہو کر وصال ۱۰۱۴ھ پر ختم ہوتا ہے، تو اس بحث سے واضح ہوا کہ شیخ ابن حجر مکی کی جانب منسوب خواب حقائق کے ہی خلاف ہے۔ یہ خواب اسی طرح بہت سی عربی واُردو کتب میں نقل دَر نقل چلا آ رہا ہے، لیکن حیرانی ہے کہ کسی نے بھی اس واضح زمانی تضاد کی جانب توجہ کیوں نہیں کی؟

الغرض یہ خواب دیکھنے والی شخصیت شیخ عبد القادر طبری شافعی ہیں، جو شیخ ملا علی قاری کے تلمیذ بھی ہیں، انھوں نے ہی بعد اَزاں شیخ کا تحریری ردّ بھی کیا، جس کا ذکر ماقبل تردیدی کتب میں گزرا۔ اس خواب کی دُرست تعیین مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، متوفی 1174ھ کی "فتح القوی فی نسب النبی" میں یوں مذکور ہے:

شیخ عبد القادر مذکور دَر آخر رسالہ خود گفتہ: کہ چون تالیف کرد علی قاری رسالہ مذکورہ رَا دِیدم من دَر خواب، کہ من و اُو بالا بر آمدہ ایم، بر سطحی عالی، بقرب بابِ ابراہیم، پس دفع کردم من اُو رَا بدست خود، واُو بیفتاد بَر زمین، پس چون بیدار شدم، خبر دادہ شد مرا، دَر وقتِ صباح کہ بیفتاد علی قاری اَز بالای سطحی ورسیدہ اَست ضرری ازآن دَر اَعضاء اُو، پس زندہ نماند بعد ازآن مگر ایامی قلیلہ، کہ وفات نمود[30]۔

ترجمہ: شیخ عبد القادر مذکور نے اپنے رسالہ کے اَخیر میں ذکر کیاہے کہ جب علی قاری اس (عدم ایمان والے) رسالے کو لکھ چکے، تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں اور وہ بابِ ابراہیم کے قریب حرم میں موجود بر آمدہ کی چھت پر کھڑے ہیں، پس میں نے انھیں وہاں سے نیچے دھکا دے دیا، جس سے وہ زمین پر آگرے۔ بعد اَزاں جب میں بیدار ہوا تو مجھے خبر دی گئی کہ آج صبح ہی علی قاری چھت سے نیچے گر پڑے، جس کی وجہ سے اُن کے اعضاے جسمانی کو نقصان پہنچا۔ اس واقعے کے بعد وہ کچھ دن زندہ رہے اور پھر انتقال ہو گیا۔

خواب بذاتِ خود باعثِ اضطراب

مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کی اصل کتاب سے نقل کردہ عبارت نے اُس تضاد کو تو رفع کر دیا، جو بیشتر علمی کتب میں صدیوں سے نقل ہورہا تھا، چنانچہ زمانی تضاد سے تو خلاصی نصیب ہوئی، کہ ابن حجر مکی کے بجائے خواب دیکھنے والے عبد القادر طبری ہیں، لیکن بایں ہمہ مقالہ نگار کے نزدیک اس مقام پر ابھی ایک اَمر مزید حل طلب ہے:

اس عبارت کے مطابق شیخ قاری نے تالیف مکمل کی، اور اسی اثنا میں شیخ طبری نے خواب دیکھا، پھر دوسری صبح ہی خواب کے مطابق واقع بھی ہو گیا اور اس واقعے کے چند روز بعد ہی شیخ قاری کا وصال بھی ہو گیا۔ لیکن دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ شیخ قاری نے عدم ایمان پر اپنا رسالہ تو "مرقاۃ المفاتیح" کے تالیف کیے جانے سے بھی سالوں پہلے لکھ لیا تھا، جس کی جلد اوّل اور چہارم کے اقتباسات ماقبل درج کیے جا چکے، اُن اقتباسات میں واضح طور پر تالیف کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ "مرقاۃ المفاتیح" بالاتفاق ۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوئی، اور شیخ قاری کا وصال ۱۰۱۴ھ میں ہوا۔ پس شیخ طبری کے خواب کے مطابق تو عدم ایمان والی تالیف کے بعد شیخ قاری صرف کچھ ہی دن زندہ رہے، جبکہ حقائق وشواہد اور خود شیخ قاری کی بیشتر تالیفات جو ۱۰۰۸ھ کے بعد تالیف ہوئیں، وہ بانگ دہل اعلان کرتی ہیں، کہ انھوں نے عدم ایمان والی تالیف کے بعد بھی بہت سی وقیع کتب مثلاً شرح الشفاء، شرح مسند ابی حنیفہ، الاسرار المرفوعہ، شرح عین العلم وزین الحلم وغیرہ تحریر کیں، اور کئی سالوں تک زندہ بھی رہے؟

الغرض شیخ طبری کی متذکرہ عبارت کا حقائقِ صریحہ سے تضاد عیاں ہے، کیونکہ یقینی طور پر عدم ایمان والی تالیف ۱۰۰۸ھ سے بہت پہلے لکھی جاچکی تھی، جبکہ خواب کے مطابق یہ آخری تالیف شمار ہوتی ہے کہ اس کے مطابق تو انھیں چھت سے گرنے کے بعد موقعہ ہی نہیں ملا کہ کچھ تحریر کرتے، بلکہ وہ اسی زخمی حالت میں ہی انتقال کر گئے۔ لیکن حقائق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عدم ایمان والا رسالہ لکھنے کے بعد بھی ہزاروں صفحات پر مشتمل وقیع کتب تالیف کیں، جن میں خود "شرح الشفاء" ہی ہزار صفحات سے متجاوز ہے، جس سے قائلین کا جمع غفیر استدلال بھی کرتا رہا ہے۔ تو مقالہ نگار کے نزدیک اس تضاد بیانی سے واضح ہو رہا ہے کہ شاید یہ خواب ہی تراشیدہ ہے، کیونکہ اس کا حقائق وشواہد کے مخالف ہونا بدیہی، اور انطباق بھی کسی صورت ممکن نہیں، چہ جائے کہ اس سے کسی طرح کا تمسک واستدلال کیا جائے، فافہم۔

اجتہادی مسائل پر مصائب وآلام کی سزاؤں کا ترتب؟

اسی خواب کے ضمن میں ایک نکتے کی وضاحت بھی از حد ضروری ہے کہ جس طرح عدم ایمان والدین پر شیخ قاری کو ہدف تنقید وموجب وعید بنایا گیا، وہ نا صرف شریعتِ مطہرہ سے ناواقفی، بلکہ اُصولِ ائمہ سے بھی ناشنائی کا بیّن ثبوت ہے، کیونکہ یہ مسئلہ خالص اجتہادی نوعیت کا ہے، جس پر ایمان وکفر کا مدار نہیں، چنانچہ اجتہادی مسائل کی شان یہی ہوتی ہے کہ اس میں جانبین پر علمی کلام کرنے میں مواخذہ نہیں۔ پس جب ایمانِ والدین کا مسئلہ بھی اجتہادی اور شیخ قاری کا اقدام بھی علمی، تو اس پر عذاب ومصائب کا ترتب وانتساب کرنا بھلا کس دلیل سے رَوا رکھا گیا؟ لہٰذا مقالہ نگار کے نزدیک شیخ فتح اللہ حموی، صاحب "فوائد الرحلہ"، شیخ برزنجی، صاحب "سداد الدین"، شیخ آلوسی، صاحب "روح المعانی" اور فقیہ مرعشی وغیرہ کے ایسے کلمات جن میں مسئلہ ہذا پر لکھنے کے سبب شیخ قاری کے مصائب میں ابتلا وتعذیب کا ذکر موجود ہے، وہ علمی اقدار کے بجائے جذباتی پہلو سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں، جن کا شرعی ضوابط اور علمی حقائق سے تعلق نہیں، کہ شیخ قاری نے وہی تحریر کیا، جو اُن کے نزدیک حق تھا، لہٰذا اجتہادی مسئلہ کا ایضاح کرتے ہوئے اگر وہ ایک جانب چلے بھی گئے، تو عذاب ومصائب کا اس سے تعلق کیونکر جوڑا جاسکتا ہے؟

اگرچہ مقالہ نگار کے نزدیک شیخ قاری کا عدم ایمان پر مُصر رہنا خطا ہی تھا، نیز متاخرین ائمہ کا اثباتِ ایمان والدین والا موقف ہی مضبوط ومستحکم اور محبت نبوی سے مناسبت رکھتا ہے، لیکن بایں طور شیخ قاری کو کسی سزا کا مستحق ٹھہرانا بہر حال زیادتی ہے، کیونکہ اجتہادی مسائل میں اتنا غلو شریعتِ مطہرہ کے بر خلاف ہے اور شاید یہی وجہ تھی

کہ بہت سے ائمہ نے ردّ کرنے کے باوجود انھیں عند اللہ قابل معافی ہی گرادنا ،اوران شاء اللہ یہی حق بھی ہے،واللہ اعلم۔

خلاصہ تحقیق

مقالہ ہذا کی مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ قاری کے نزدیک آپ ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان ثابت نہیں، اسی لیے انھوں نے اس موضوع پر مستقل تالیف میں اپنے موقف کی تفصیلات مرتب کیں،اور وہ تمام عمر معلوم شواہد کی روشنی میں اسی موقف پر قائم رہے،چنانچہ انھوں نے کسی بھی مقام پر عدم ایمان والے موقف سے رجوع نہیں کیا،البتہ بارہویں صدی ہجری کے بعد کسی زمانے میں سرقہ بازوں نے "شرح الشفاء" کی عبارات میں تحریف کرتے ہوئے رجوع کے مشابہ کلمات جڑ دیئے اور پھر مطبوعات کے کچھ نسخوں میں یہی کلمات نقل ہوتے رہے ،جس کے سبب متاخرین علما کو گمان ہوا کہ شاید انھوں نے رجوع کر لیا تھا،لیکن مقالہ میں درج دلائل کی روشنی میں یہ اَمر ثابت ہو چکا کہ وہ عبارات ہی جعلی و محرفہ ہیں،جن سے عدم توجہی کی بناء پر آج تک عرب و عجم میں جلیل القدر علما تمسک کرتے چلے آئے ہیں،لیکن وضوحِ حق کے بعد نفس مسئلہ پر تین صدیوں سے پڑا غبار صاف ہوا،وللہ الحمد۔

سفارشات

1۔ ملا علی قاری کے مذکورہ موقف پر بطور خاص اُن کے تلامذہ اور معاصرین کے متعلقہ مواد کا تجزیہ کرتے ہوئے اثرات و نتائج کی تفصیلات کا جائزہ لیا جائے، تاکہ زیر بحث غلط فہمی کی مبادیات مزید واضح و منقح ہو جائیں۔

2۔ ملا علی قاری کے مذکورہ موقف پر جتنے حوالہ جات و دلائل مہیا کیے گئے ؛انھیں اصل مصادر کے عکسی جائزے کے ساتھ بھی تفصیلاً مرتب کیا جائے، تاکہ علمی سرقہ کے نظائر اہل علم کے لیے مزید تحقیقی پہلوؤں پر کام کی راہ ہموار کریں۔

3۔ ایمان والدین کے بارے میں اقوالِ علماء کی تحقیقات کاصدی بہ صدی جائزہ اور دلائل کا غیر جانبدارانہ تجزیہ بھی اہمیت کا حامل ہے،تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس معاملے میں علمی اُسلوب کس طور پر ارتقاء پذیر رہا،اور مآلِ آخر شیخ قاری کے قریبی زمانے میں کن وجوہات کی بنیاد پر مستقل تحریر کی ضرورت محسوس ہوئی، نیز ساتھ ہی مانعین کی لکھی گئی کتب کی تحقیقی فہرست بھی مرتب کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اثبات پر مبنی کتب کی فہرست کئی پہلوؤں سے مختلف کتب میں موجود ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] ۔ مطرفی، مساعد بن مجیول، شیخ، "ملا علي القاري وآراؤه الإعتقادية في الإلهيات" (مقالۃ الماجستر، جامعہ اُمّ القری، مکہ مکرمہ، ۲۰۰۲ء/۱۴۲۳ھ)، باب اوّل: تعارف، ملخصًا۔

Mutarrafi, Musaid bin Majyol, Sheikh, **Mulla Ali Al-Qari Wa Aara-ul-Eteqadiah Fil-Elahiyaat**, (Master's Thesis, Umm-ul-Qurā University, Makkah, Year 2002 AD), Ch: 01: Introduction.

[2] ۔ سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، شیخ، "المقاصد الحسنة" (دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اوّل، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)، ص ۳۲۱، رقم ۸۱۵۔

Sakhavi, Muhammad Bin Abd-ur-Rahman, Sheikh, **Al-Maqasid-ul-Al-Hasanah**, (Dār-Al-Kotob-Al-Ilmiyāh, Beirut, Printed: 1979 AD), P: 321, Hadith: 815.

[3] ۔ ملا علی قاری، شیخ، "شرح الشفاء"، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع جدید، طبع اول، سن ۲۰۰۱ء/۱۴۲۱ھ)، ج ۱:۶۰۵۔

Mulla Ali Al-Qari, Sheikh, **Sharah-Al-Shifa**, (Dar-Al-Kotob-Al-Ilmiyah, Beirut, 1st Edition: 2001 AD), V: 01, P: 605.

[4] ۔ قاری، "شرح الشفاء"، ایضاً۔۔ ۱:۶۵۱۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, Ibid: V: 01, P: 651.

[5] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط: مشی گن یونیورسٹی، امریکہ، مخزونہ: برٹش میوزیم، لندن، صفحات ۷۹۵، رقم ۲۴)، عکسی، ورقہ ۷۹۴۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Manuscript: Michigan University, America, Preserved in British Museum London, Total Pages: 795, Serial No 24), P: 794.

[6] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (دار الکتب العلمیہ، ایضاً۔۔)، ۱:۶۰۵۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, Ibid: (Dar-Al-Kotob-Al-Ilmiyah), V: 01, P: 605.

[7] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (مشی گن یونیورسٹی۔۔ ایضاً)، ورقہ ۳۴۱۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, Ibid: (Michigan University), P: 341.

[8] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (دار الکتب العلمیہ ایضاً۔۔۔)، ۱:۶۵۱۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, Ibid: (Dar-Al-Kotob-Al-Ilmiyah), V: 01, P: 651.

[9] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (مشی گن یونیورسٹی۔۔ ایضاً)، ورقہ ۳۷۲۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, Ibid: (Michigan University), P: 372.

[10] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط، مکتبہ الاستاذ الدکتور محمد بن ترکی الترکی)، عکسی مخزونہ، ۱:۴۴۹۔ ۱:۴۸۴۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Manuscript: Library of Dr Muhammad Al-Turkey), Scanned Copy, V: 01, P: 449 & V: 01, P: 484.

[11] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط: دار الکتب القطریہ، دولہ قطر، رقم ۹۴۶)، ۱:۲۸۲۔ ۱:۳۱۰۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Manuscript: Dār al-Kutub al-Qaṭarīyah, State of Qatar, Serial 946), V: 01, P: 282 & V: 01, P: 310.

[12] ۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط، موقع شبكة الألوكة، مؤرخہ: 15 اکتوبر، 2018ء) عکسی مخزونہ، ۱:۱۹۱۔ ۱:۲۰۵۔

https://www.alukah.net/library/0/115824

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Manucript: Alukah Network, Dated: 15th Oct, 2018 AD), Scenned Copy, V: 01, P: 191 & V: 01, P: 205.

[13]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (المطبعۃ العامرۃ، استانبول، ترکی، طبع قدیم، ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء)، ۱:۶۰۱۔ ۱:۶۴۸۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Al-Matba'ah Al-Amirah, Istanbul, Turkey, Edition: 1892 AD), V: 01, P: 601 & V: 01, P: 648.

[14]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (مطبعہ سندہ، طبع اولمنشدر، ۱۳۰۹ھ)، ۱:۶۰۱۔ ۱:۶۴۸۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Matba'ah Sindha, Olmanshdār Press, 1309 AH), V: 01, P: 601 & V: 01, P: 648.

[15]۔ قاری، ”شرح الشفاء للقاري على هامش نسيم الرياض“ (المطبعۃ الازہریہ المصریہ، قاہرہ، سن ۱۳۲۷ھ)، ۳:
۲۸۔ و ۳:۹۹۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa Lil Qari Ala Hamish Nasim-Al- Riāz**, (Al-Matba'ah Al-Azharia, Cairo: 1327 AH), V: 03, P: 28 & V: 03, P: 99.

[16]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (دار التفسیر، جدہ، سعودی عرب، سن ۲۰۱۴ء / ۱۴۳۵ھ)، ۳:۴۶۔ ۳:۱۶۸۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Dār Al-Tafseer, Jeddah, Sāudi Arabia, 2014 AD), V 03, P 46 & V 03, P 168.

[17]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (المطبعۃ العثمانیہ، استانبول، ترکی، جمادی الاول، سن ۱۳۱۶ھ)، ۱:۶۰۱۔ ۱:۶۴۸۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Al-Matba'ah Al-Uthmäniyah, Istānbul, Turkey, Edition: 1316 AH), V: 01, P: 601 & V: 01, P: 648.

[18]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع قدیم، عکسی ایڈیشن، سن ندادر)، ۱:۶۰۱۔ ۱:۶۴۸۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Dār-Al-Kotob-Al-Ilmiyāh, Beirut, Scanned Edition from Old Printed), V: 01, P: 601 & V: 01, P: 648.

[19]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (دار السعادۃ، استانبول، ترکی، سن ۱۳۱۶ھ)، ۱:۶۰۱۔ ۱:۶۴۸۔ بحوالہ: محمد نور سوید، شیخ، ”تاکید الأدلة على نجاة والدي النبي ﷺ من النار“ (دار التراث الاسلامی، قاہرہ، طبع ثانی، ۱۴۲۶ھ)، ص ۹۹۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Dār Al-Sa'adah, Istānbul, Turkey: 1316 AH), V: 01, P: 601 & V: 01, P: 648. From the Book of Muhammad Noor Sovid, Sheikh, **Takeed Al-Adillāh Ala Najāt-e-Walidey Al-Nabi PBUH Min Al-Nāar**, (Dār Al-Turās Al-Islami, Cairo, 2nd Edition: 1426 AH), P: 99.

[20]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (دار الکتب العلمیہ، طبع جدید، ایضاً۔)، ۱:۶۰۵۔ ۱:۶۵۱۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Ibid: Dār-Al-Kotob-Al-Ilmiyah), V: 01, P: 605 & V: 01, P: 651.

[21]۔ قاری، ”شرح الشفاء“ (دار الکتب العلمیہ، جدید، ایضاً۔۔)، ۲:۴۴۷۔

Al-Qari, **Sharah-Al-Shifa**, (Ibid: Dār-Al-Kotob-Al-Ilmiyah), V: 02, P: 447.

[22]۔ قاری، ”شرح مسند أبي حنيفة“ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، سن ۱۹۸۵ء / ۱۴۰۵ھ)، ص ۳۳۴۔

Al-Qari, **Sharah Musnad Abi Hanifah**, (Dār-Al-Kotob-Al-Ilmiyah, Beirut, Edition: 1985 AD), P: 334.

[23]۔ ایضاً۔۔، ص ۵۵۹۔

Ibid: P: 559.

[24]۔ قاری، ”الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة“ (المکتب الاسلامی، بیروت، طبع ثانی، سن ۱۹۷۱ء / ۱۳۹۱ھ)، رقم ۱۶، ص ۱۰۸۔

Al-Qari, **Al-Asrār Al-Marfu'ah Fil-Akhbār Al-Mawdu'ah**, (Al-Maktab-Al-Islāmi, Beirut, 2nd Edition: 1971 AD), P: 108, Hadith: 16.

25۔ قاری، ”مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح“، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۲۰۰۱ء / ۱۴۲۲ھ)، ۴:۲۱۶، رقم ۱۷۶۳۔

Al-Qari, **Mirqāt Al-Mafātih Sharah Mishkāt Al-Masābih**, (Dār-Al-Kotob-Al-Ilmiyah, Beirut, 1st Edition: 2001 AD), V: 04, P: 216, Hadith: 1763.

26۔ قاری، ”أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم في أبوي الرسول“، (مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ، طبع اول، ۱۹۹۳ء / ۱۴۱۳ھ)، مقدمہ، ص ۴۰، ملخصاً۔

Al-Qari, **Adillah Motaqad Abi Hanifah Al-Azam Fi Abāway-Al-Rasool PBUH,** (Maktaba Al-Ghuraba Al-Athāriah, Madinah, 1st Edition: 1993 AD), P: 40.

27۔ قاری، ”مرقاۃ المفاتیح“۔ ایضاً، ۱:۲۹۰، رقم ۱۱۱۔

Al-Qari, **Mirqāt Al-Māfatih,** Ibid: V: 01, P: 290, Hadith: 111.

28۔ چشتی، عبد الحلیم، علامہ، ”البضاعة المزجاة لمن يطالع المرقاة“، (مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن ندارد)۔ ص ۳۹۔

Chishti, Abdul Hāleem, Allāma, **Al-Budāat-ul-Mazjāat Liman Yutāla Al-Mirqāt**, (Maktabah Imdadiah, Multan), P: 39.

29۔ پرہاروی، عبد العزیز، علامہ، ”النبراس شرحُ شرحِ العقائد“ (مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ، پاکستان، سن ندارد)، ص ۵۲۶۔

Parhārvi, Abdul Aziz, Allāma, **An-Nibraas Sharah o Sharhil-Aqāaid**, (Maktaba Rasheediah, Quetta, Pakistan), P: 526.

30۔ محمد ہاشم ٹھٹھوی، مخدوم، شیخ، ”فتح القوي في نسب النبي“ فارسی، (مطبع فیض عثمانی، کراچی، طبع قدیم، ۱۳۰۳ھ)، ص ۱۹۳۔

Muhammad Hāshim Thathavi, Makhdom, Sheikh, **Fath-ul-Qavi Fi Nasb-un-Nabi PBUH**, Persiān, (Matbaah Fāiz Uthmani, Karachi, Old Edition: 1303 AH), P: 193.